12.9.80

مرزئی مرتد اور کافر ہیں

عدالتِ عالیہ کا فیصلہ

سول اور فیملی کورٹ جج جیمس آباد

شیخ محمد رفیق گریجہ پی، سی، ایس

مرتبہ

قاضی محمد عارف

قیمت
۵۰ پیسے

پبلشرز

عارف نیوز ایجنسی چوک انار کلی — لاہور

یہ فیصلہ

۱۳ جولائی کو جناب شیخ محمد رفیق گوریجہ کے جانشین جناب قیصر احمد حمیدی جوان کی جگہ جیمس آباد کے سول اور فیملی کورٹ جج مقرر ہوئے ہیں کھلی عدالت میں پڑھ کر سنایا۔

سول ایجنٹ

محمد ریاض چوک انارکلی لاہور

سلامی تعلیمات سے روگردانی کی بنا پر احمدیوں کو مسلمان قرار نہیں دیا جا سکتا
محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اسکے برعکس عقیدے کا حامل کافر و مرتد ہے

احمدی شخص سے تنسیخ نکاح کے مقدمہ میں عدالت کا فیصلہ

سول جج جیمس آباد شیخ محمد رفیق گوریجہ نے تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ کے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مسلمان لڑکی کا کسی قادیانی کے ساتھ نکاح جائز نہیں۔ فاضل نے جنہیں فیملی کورٹ جج کے اختیارات بھی حاصل ہیں۔ یہ فیصلہ امۃ الہادی کی طرف سے تنسیخ نکاح کے ایک مقدمہ میں سنایا ہے۔ جو انہوں نے اپنے شوہر نذیر احمد برق کے خلاف دائر کیا تھا۔ انگریزی ٹائپ کے ۳۱ صفحات پر مشتمل اس فیصلے میں احمدیوں کے مذہبی عقائد سے تفصیلی بحث کی گئی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف سے متعدد اقتباسات کے علاوہ قرآن و حدیث سے حوالے بھی دیئے گئے ہیں اور علامہ اقبال، سر میر علی اور دوسرے مسلمان اکابرین کی آراء بھی درج کی گئی ہیں۔ فاضل جج نے مدعا علیہ کو مقدمہ کے اخراجات ادا کرنے کا حکم بھی دیا ہے۔ مسماۃ امۃ الہادی نے تنسیخ نکاح کا دعوٰی اس بنیاد پر دائر کیا تھا کہ مارچ ۱۹۶۷ء میں جب کہ اس کی عمر صرف ساڑھے ۱۴ سال تھی۔ اس کے والد نے دھوکے سے اس کا نکاح ساٹھ سالہ بوڑھے حکیم نذیر احمد برق سے کر دیا۔ شادی کے فوراً بعد وہ میکے آ گئی اور ان میں ازدواجی روابط بھی قائم نہیں ہوئے۔ مدعیہ نے اپنے دعوے میں کہا ہے کہ اس کے اور شوہر کے درمیان مذہبی اختلافات کے علاوہ اس شادی کے باعث اس کے اپنے رشتہ داروں کے درمیان بھی فوجداری مقدمہ چل رہا ہے اور وہ مدعا علیہ کے ساتھ خوش نہیں رہ سکتی۔ مزید برآں فریقین کے

درمیان یہ نکاح غیر قانونی اور غیر موثر ہے۔ کیونکہ مدعیہ سنی مسلمان ہے۔ جب کہ مدعا
علیہ احمدی فرقے سے تعلق رکھتا ہے۔ فاضل جج نے مقدمہ میں جس نکتے کو سب سے زیادہ
قابل توجہ سمجھا وہ یہی تھا کہ آیا فریقین کے درمیان نکاح جائز تھا یا نہیں۔ فاضل جج
نے وکیل صفائی کے اس اعتراض کو مسترد کر دیا کہ مسلم عائلی قوانین کے آرڈیننس کی دفعہ
۲۳ کے تحت عدالت کو شادی کے قانونی جواز پر غور کرنے کا حق حاصل نہیں۔ فاضل
جج نے وجہ جواز بتاتے ہوئے کہا کہ اس آرڈیننس کا اطلاق وہاں ہوتا ہے۔ جہاں
فریقین مسلمان ہوں۔ فیصلے میں فاضل جج نے مدعا علیہ حکیم نذیر احمد برق کے بیانات
خطوط اور تحریروں کے اقتباسات کا حوالہ دیا ہے۔ جس میں اس نے اعتراف کیا ہے
کہ وہ احمدی ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات پر یقین رکھتا ہے۔ فاضل جج
نے تفصیل کے ساتھ مرزا غلام احمد کا دعویٰ نبوت اور احمدی فرقہ کے ظہور کے
پس منظر سے بحث کی ہے اور یہ قرار دیا ہے کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں میں انتشار و افتراق
پھیلانے کے لیے انگریزوں کے آلۂ کار تھے اور احمدیوں اور غیر احمدیوں میں صرف
فلسفیانہ اختلافات ہی نہیں بلکہ عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں ایسے
اختلافات موجود ہیں جو فاضل جج کی رائے میں کسی شخص کو مرتد قرار دینے کے لیے کافی
ہیں۔ فاضل جج نے لکھا ہے کہ احمدیوں کو بحیثیت فرقہ کے احمدی رہ کر زندگی گزارنے
کا حق ہے۔ وہ مسلمانوں کے پرسنل لاء میں مداخلت کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ فاضل
جج نے مزید لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی
بیٹیوں کو غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں۔ اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔ فیصلہ
کے آخر میں جج نے قرار دیا ہے کہ مرزا غلام احمد اور مدعا علیہ دونوں نبوت کے

جھوٹے مدعی ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کے اس اجتماع کا حوالہ بھی دیا ہے کہ نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں، جو شخص اس کے برعکس عقیدہ رکھتا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہے۔ فاضل جج نے فیصلہ میں لکھا ہے کہ مدعیہ اور مدعا علیہ کی شادی اسلامی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی کی شادی ساٹھ سال کی عمر کے غیر مسلم سے ہوئی ہے۔ اس لیے یہ شادی غیر قانونی اور غیر موثر ہے۔

فیملی سوٹ نمبر ۹ ۱۹۶۹ء

مسماۃ امتہ الہادی دختر سردار خان مدعیہ

بنام

حکیم نذیر احمد برقی مدعا علیہ

مقدمہ برائے تنسیخ نکاح

فیصلہ:۔ مدعیہ نے یہ مقدمہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنے نکاح کی تنسیخ کے لیے مندرجہ ذیل امور کی بناء پر دائر کیا ہے۔

یہ کہ ۲۲ مارچ ۱۹۲۹ء کو جب مدعیہ کی عمر بمشکل ساڑھے چودہ برس تھی اس کے والد نے محمڈن لاء کے تحت اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔ مدعیہ کا والد ایک ضعیف شخص ہے اور اپنا ذہنی توازن کھو چکا ہے۔ اور اپنی روزی کمانے کے لائق نہیں ہے اس لیے مدعیہ اور اس کے دوسرے بہن بھائیوں کی پرورش اس کے بڑے بھائی نے کی جو کہ سرکاری ملازم ہے۔ مدعیہ کا والد مدعا علیہ کے روحانی اثر میں ہے۔ جس کی عمر ساٹھ برس ہے اور جو خود کو ایک ایسا مذہبی

مصلح قرار دیتا ہے۔ جس کے روابط اللہ تعالیٰ سے ہیں، مدعیہ کا والد عرصے
مدعا علیہ کے ساتھ ہے، اور اس پر ایمان رکھتا ہے اور مذہبی اختلافات کے
باعث اس کے تعلقات کنبے کے دوسرے افراد کے ساتھ خوش گوار نہیں ہے
مدعیہ نے اپنے بھائی کے ساتھ کنری میں رہائش پذیر تھی اور وہ اپنے باپ کو
ملنے گئی تھی، جب موخرالذکر نے اس کی شادی مدعا علیہ کے ساتھ کر دی۔
شادی کے فوراً بعد مدعیہ اپنی ماں کے پاس واپس آ گئی اور اسے دھوکے کی
اس شادی اور اس سے اپنی ناراضگی کے بارے میں مطلع کیا، مدعا علیہ اور
مدعیہ کے درمیان میاں بیوی کے تعلقات ابھی تک قائم نہیں ہوئے تھے، مدعا
علیہ ساٹھ سال کی عمر کا ایک بوڑھا شخص ہے اور مدعیہ کی برادری کا آدمی نہیں
ہے، ان کے درمیان مذہبی اختلافات کے علاوہ مدعا علیہ اور مدعیہ کے
بھائی میں اس شادی کی بنا پر طویل عرصہ تک فوجداری مقدمہ بازی ہوتی رہی
ہے اور یہ کہ مدعیہ اس شادی کے نتیجے میں مدعا علیہ کے ساتھ خوش نہیں
رہ سکتی، مدعا علیہ نے ۲ سال سے زائد عرصہ تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ بھی
نہیں دیا ہے، یہ کہ مدعیہ سن بلوغ کو پہنچ چکی ہے وہ اس عدالت کے دائرہ
اختیار میں ہے، اور اب اس نے اس مقدمے کے ذریعے اپنا حق بلوغت استعمال
کیا ہے، یہ کہ بصورت دیگر بھی فریقین کے درمیان یہ شادی غیر قانونی اور نا
جائز ہے کیونکہ مدعیہ سنی مسلمان ہے اور مدعا علیہ احمدی (قادیانی) ہے۔

مدعا علیہ نے اس مقدمے کی سماعت کی مخالف متعدد وجوہ کی بناء پر کی جو اس
کے تیرہ صفحات پر مشتمل تحریری بیان میں شامل ہیں، میں ضروری نہیں سمجھتا کہ یہاں

اس تحریری بیان کو دوبارہ پیش کردوں۔ کیونکہ اس سے فیصلہ غیر ضروری طور پر طویل ہو جائے گا۔ تاہم اتنا کہنا کافی ہے کہ مدعا علیہ نے مدعیہ کے تمام الزامات کی تردید کی ہے۔ اس نے عمر کے بارے میں بھی مدعیہ کے بیان اور مدعیہ کی رہائش کے سوال پر عدالت کے دائرہ اختیارات کو چیلنج کیا ہے اور حق زنا شوئی دلانے کا مطالبہ کیا ہے۔ مدعا علیہ نے مدعیہ کے والد سے اپنے تعلقات کی تفصیلات بھی بیان کی ہیں اور اپنے مذہبی عقائد کا تذکرہ کرتے ہوئے دعویٰ کیا ہے کہ فریقین کے درمیان یہ شادی قانونی ہے۔ فیصلہ میں مناسب موقع پر مدعا علیہ کے موقف سے بحث کی جائے گی۔

فریقین کے بیانات کی روشنی میں مندرجہ ذیل امور تصفیہ طلب قرار پاتے ہیں۔

(۱) آیا عدالت کو اس مقدمے کی سماعت کا اختیار نہیں ہے؟

(۲) آیا فریقین کے درمیان سابقہ مقدمہ بازی تصفیہ ہو جانے کے باعث اب مدعیہ کو یہ مقدمہ دائر کرنے کا حق نہیں پہنچتا؟

(۳) آیا مدعیہ شادی وقت نابالغ تھی۔؟

(۴) آیا مدعیہ کے والد نے مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی دھوکہ سے کی تھی۔؟

(۵) آیا فریقین کے درمیان یہ شادی غیر قانونی تھی؟

(۶) آیا مدعیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ مدعا علیہ کے ساتھ اپنا نکاح فسخ کرنے کا اعلان کرے۔؟

(۷) آیا مدعا علیہ دو سال سے زائد عرصے تک مدعیہ کو خرچ وغیرہ دینے میں ناکام رہا ہے۔؟

(۸) آیا مدعیہ کو خلع لینے کا حق حاصل ہے اور اگر ہے تو کن شرائط پر ؟

(۹) عدالت اس بارے میں کیا فیصلہ دے گی ؟

میں نے فریقین کے وکلاء کے دلائل تفصیل سنے ہیں اور مدعا علیہ کا موقف بھی جو اس نے خود پیش کیا سنا ہے مدعیہ کے فاضل وکیل مسٹر محمد عثمان نے مذہب اور قانون کے بارے میں کئی کتابوں کے حوالے دیئے۔ جن کا تذکرہ میں فیصلے میں کروں گا۔ دلائل کی سماعت اور مقدمے کے شواہد پر غور کرنے کے بعد میں نے مندرجہ ذیل نتائج اخذ کئے ہیں:

مسئلہ نمبر ۲

مدعیہ نے اپنی درخواست اور عدالت کے روبرو اپنے بیان میں کہا ہے کہ وہ سامارو میں رہائش پذیر ہے۔ مدعا علیہ نے اس کی نہ تو اپنے تحریری بیان میں تردید کی ہے اور نہ عدالت کے روبرو اسے چیلنج کیا ہے۔ اپنے تحریری بیان کے پراگراف نمبر ۱۲ میں مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ مدعیہ سامارو میں اپنے بھائی کے پاس رہائش پذیر رہی ہے۔ اس لیئے مدعیہ کی عمومی رہائش گاہ وہی تصور کی جائے گی جہاں وہ واقعی رہ رہی ہے، نہ کہ وہ جگہ جہاں اس کا باپ رہتا ہے مغربی پاکستان فیملی کورٹ رولز مجریہ ۱۹۶۵ء کے ضابطہ ۶ کے تحت جس جگہ مدعی رہائش پذیر ہو اس کی عدالت کو تنسیخ نکاح کے مقدمے کی سماعت کا اختیار حاصل ہے سامارو یقیناً اس عدالت کے دائرہ اختیار میں آتا ہے اور یہ عدالت زیر نظر مقدمے کی سماعت اور اس کا فیصلہ کرنے کی مجاز ہے۔ چنانچہ زیر بحث مسئلے کا تصفیہ مدعیہ کے حق میں کیا جاتا ہے۔

مسئلہ نمبر ۲

اس مسئلہ کے تصفیے کی ذمہ داری مدعا علیہ پر ہے جس نے اپنے موقف کی حمایت میں کوئی شہادت پیش نہیں کی۔ وہ ایہ ثابت کرنے کے لیے کسی عدالت کا کوئی فیصلہ پیش نہیں کر سکا ہے کہ اب اس مقدمے کو دوبارہ زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ اس ضمن میں مدعا علیہ کا موقف بے جان ہے اور اس میں کوئی وزن نہیں۔ اس لیے اس مسئلے کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۵

یہ انتہائی اہم مسئلہ ہے اور اگر اس کا فیصلہ مدعیہ کے حق میں ہو جائے تو پھر اس مقدمے کی فیصلے کے لیے دوسرے امور پر غور کرنے کی ضرورت ہی نہیں رہے گی۔ فریقین کے لیے فاضل وکلاء نے اس مسئلہ پر سیر حاصل بحث کی۔ یہ امر قابل ذکر ہے کہ مدعا علیہ حکیم نذیر احمد نے اپنے وکیل مسٹر لطیف کی اعانت کے بغیر ہی اس مسئلہ کے قانونی پہلو پر پورے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ اپنی خود ہی وکالت کی۔

مدعا علیہ کے فاضل وکیل مسٹر لطیف نے مغربی پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۲۳ پر انحصار کرتے ہوئے یہ موقف اختیار کیا کہ اس عدالت کو شادی کے قانونی جواز کی سماعت کا اختیار نہیں کیونکہ یہ شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت انجام پائی تھی۔

دفعہ ۲۳ میں کہا گیا ہے:۔

"کوئی فیملی کورٹ کسی شادی کے جواز پر غور نہیں کرے گی۔ جو مسلم فیملی لاز

آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ء کے مطابق رجسٹرڈ کی گئی ہو۔ اس سلسلے میں متذکرہ عدالت کے لیے کوئی شہادت بھی قابل قبول نہیں ہوگی۔"

متذکرہ دفعہ ۲۳ کا احتیاط کے ساتھ مطالعہ کرنے پر اس کی زبان ہی سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ شادی کے جواز پر غور کرنے کے سلسلے میں پابندی صرف اس صورت میں ہے جب کوئی شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت ہوئی ہو۔ اس لیے دفعہ ۲۳ کے مندرجات کا سہارا لینے سے پہلے مدعا علیہ کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ فریقین کی شادی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۱ کے تقاضوں کے مطابق ہوئی تھی مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کی دفعہ ۱ کی ذیلی دفعہ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ اس کا اطلاق پاکستان کے تمام مسلمان شہریوں پر ہوتا ہے۔ متذکرہ آرڈی ننس کی دفعہ ۵ کے تحت صرف وہ شادیاں رجسٹر کی جا سکتی ہیں جو مسلم لاز کے تحت انجام پائی ہوں۔ آرڈی ننس کی دفعہ ۵ کی ذیلی دفعہ ۱ میں کہا گیا ہے۔"

"ہر وہ شادی جو مسلم لا کے تحت انجام پائی ہو اس آرڈی ننس کے مندرجات کے مطابق رجسٹر کی جائے گی۔"

مسلم لاء کے تحت کسی مخالف فرقے کے شخص کے ساتھ شادی کرنے کے سلسلے میں ایک مسلمان کے غیر محدود اختیار پر متعدد پابندیاں عاید ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے اہم پابندی فریقین کا مذہب یا عقائد ہیں۔ مختلف مکاتیب فکر سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ آزادانہ شادی بیاہ کر سکتے ہیں اور تھوڑا بہت عقائد کا فرق چنداں اہمیت نہیں

رکھتا۔ حنفی لاء میں ایک مرد کسی عورت یا کتابیہ سے شادی کر سکتا ہے۔ لیکن ایک مسلمان عورت مسلمان کے سوا کسی اور سے شادی نہیں کر سکتی۔ مسلمان عورت کسی کتابی سے بھی شادی نہیں کر سکتی اور کسی بھی غیر مسلم سے جن میں عیسائی یہودی یا بت پرست شامل ہیں۔ اس کی شادی ناجائز ہو گی مدعیہ کے فاضل وکیل نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مدعیہ اور مدعا علیہ کے درمیان شادی غیر موثر ہے۔ کیونکہ موخر الذکر قادیانی (احمدی) غیر مسلم ہے اس لیے اب یہ سوال تصفیہ طلب ہے کہ آیا فریقین کے درمیان شادی مسلم لاء کے تحت ہوئی ہے اور چونکہ یقینی طور پر یہ شادی مسلم لاء کے تحت جائز نہیں ہے اس لیے مقدمے کے اس پہلو کا تفصیلی جائزہ لینا اور بھی ضروری ہو گیا ہے۔ اس ضمن میں کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے یہ پتہ چلانا بہت ضروری ہے کہ دونوں فریق مسلمان ہیں یا نہیں۔ چنانچہ اس سلسلے میں یہ عدالت فریقین کے عقائد کے بارے میں چھان بین کر سکتی ہے۔ فیملی کورٹس ایسے ہی معاملات کا تعین کرنے کے لیے خاص طور پر تشکیل دی گئی ہیں۔ اس لیے میری رائے یہ ہے کہ فریقین کے درمیان شادی کے جواز کی چھان بین کی جا سکتی ہے۔

مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ کے ساتھ اس کی شادی غیر موثر ہے۔ اس لیے اگر قانون کی نظر میں بھی نکاح غیر موثر ہے اور ایسا نکاح جو غیر قانونی طور پر مسلم فیملی لاز آرڈیننس کے تحت رجسٹر کیا گیا ہے کوئی قانونی حیثیت نہیں رکھتا اور یہ فیملی کورٹ ایکٹ کی دفعہ ۲۳ کے تحت مانع نہیں ہو سکتا۔ میں قانون کی اس تعبیر سے متفق ہوں اور یہ قرار دینے میں

کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ دفعہ ۲۳ کے تحت جو ممانعت کی گئی ہے اس کا اطلاق صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ جائز مسلم شادی کو مسلم فیملی لاز آرڈی ننس کے تحت رجسٹرڈ کیا گیا ہو۔ اور اس مقصد کے تحت عدالت کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ آیا فریقین کے درمیان جو نکاح ہوا ہے۔ وہ وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں۔

یہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ ایکٹ میں ترمیمی آرڈی ننس مجریہ ۱۹۶۹ء کے ذریعہ ترمیم کر دی گئی ہے جس کے تحت کلاز ۵ کا نشیڈول میں اضافہ کیا گیا ہے۔ اور شادیوں کے جواز کے مقدمات کی سماعت کے لیے خصوصی اختیارات دیئے گئے ہیں۔ اس اضافے کے پیش نظر میری رائے یہ ہے کہ مغربی پاکستان فیملی کورٹ آرڈی ننس کی دفعہ ۲۳ اس حد تک بالواسطہ طور پر منسوخ کر دی گئی ہے اب اس امر کا جائزہ لینے سے پہلے کہ آیا مدعا علیہ ایک غیر مسلم ہے۔ میں حکومت مغربی پاکستان کے خلاف آغا شورش کاشمیری کی رٹ درخواست نمبر ۹۲۷ (۱۹۶۸ء) کے ضمن میں مغربی پاکستان ہائی کورٹ کے ججوں کے ان مشاہدات کا حوالہ دینا ضروری سمجھتا ہوں جن میں قرار دیا گیا ہے کہ عدالت یہ تعین کر سکتی ہے کہ احمدی مسلمان نہیں ہیں۔ اگر اس سلسلے کا تعلق کسی طور جائیداد یا کسی منصب کے حق میں ہو۔ یہ مشاہدات زیر بحث مقدمے میں میری رائے کی تائید کرتے ہیں کہ عدالت یہ چھان بین کرنے کی مجاز ہے کہ مدعا علیہ قادیانی (احمدی) ہونے کی وجہ سے

مسلمان ہے یا نہیں ، عدالت عالیہ کے فاضل ججوں نے رٹ درخواست نمبر ۹۳۷ / ۱۹۶۸ء میں جو مشاہدات پیش کئے تھے ۔ اور جن کا ذکر اوپر کیا گیا ہے وہ درج ذیل ہیں :-

" ۲۴ - جہاں تک تجارت اور پیشے کی آزادی اور تقریر کی آزادی سے متعلق بنیادی حقوق ۸ اور ۹ کا تعلق ہے وہ ہنگامی حالات کے اعلان کی وجہ سے معطل ہو گئے ہیں ۔ مذہب پر عمل اور اس کے اعلان کی آزادی ہے لیکن اس پر عمل کا مسئلہ قانون ، امن عامہ اور اخلاقیات کے تابع ہے ۔ اس لیے یہ قطعی نہیں ہے ۔ قانون کے تابع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پاکستان کے ہر شہری کے لیے بھی آزادی تسلیم کی گئی ہے جو قانون امن عامہ اور اخلاقیات کے تقاضوں کے تابع ہے درخواست گزار کے فاضل وکیل کے تمام دلائل کا لب لباب یہ تھا کہ احمدی اسلام کا فرقہ نہیں ہیں ، اور یہ بات کہنے کی ضمانت درخواست گزار کو آئین کی رو سے حاصل ہے ۔ لیکن فاضل وکیل یہ حقیقت نظر انداز کر گئے ہیں کہ پاکستان کے شہریوں کی حیثیت سے احمدیوں کو بھی یہ آئینی ضمانت اور آزادی حاصل ہے کہ وہ اپنے اسلام کے دائرے میں ہونے کا اعلان کریں درخواست گزار دوسروں سے وہ حق کیوں کر چھین سکتا ہے جو وہ خود اپنے لیے طلب کرتا ہے ۔ یہ بات ہماری فہم سے بالاتر ہے ۔ وہ یقیناً انہیں دھمکا نہیں سکتا ۔ اس وقت تصفیہ طلب بات یہ ہے کہ درخواست گزار اور ان کے دوسرے ہم خیال قانونی

طور پر احمدیوں کو یہ ماننے سے۔ کیونکر روک سکتے ہیں کہ اسلام کے دوسرے
فرقوں کے ساتھ نظریاتی اختلافات کے باوجود وہ اسلام کے اتنے ہی اچھے
پیروکار ہیں جتنا کہ کوئی اور شخص جو خود کو مسلمان کہتا ہے اس سوال کا جواب
درخواست گزار کے فاضل وکیل نے بڑی صفائی سے نفی میں دیا کہ آیا کوئی ایسا
مقدمہ یا اعلان جائز ہوگا جس کے ذریعہ یہ طے کیا جائے کہ احمدی مسلمان
نہیں ہیں یا جس کے ذریعہ احمدیوں کو خود کو مسلمان کہنے سے روک دیا جائے
یہ بات قابل اطمینان ہے اور یہ مجرد سوال اس وقت تک نہیں اٹھانا
جب تک اس کا کوئی تعلق کسی جائیداد یا منصب کے حق سے نہ ہو۔ ایسی
صورت میں ایک یا دیوانی مقدمہ جائز ہوگا۔ موخرالذکر کی معروف شکلوں
کا تعلق سجادہ نشین یا خانقاہ کے متولی کے عہدوں اور ایسے دوسرے
اداروں سے ہے جن میں بعض اوقات مذہبی عقائد ان عہدوں پر فائز ہونے
کی بنیادی مثال آئین کا آرٹیکل نمبر ۱۰ ہے جس کے مطابق دوسری خصوصیات
کے علاوہ صدارتی انتخاب کے امیدوار کے لیے مسلمان ہونا لازمی قرار دیا گیا
ہے صدارتی انتخاب کے ایکٹ مجریہ ۱۹۶۴ء کی دفعہ ۸ کے تحت ریٹرننگ
افسر کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بات کا اطمینان کرنے کے لیے سرسری تحقیقات
کرے کہ کوئی صدارتی امیدوار آئین کے تحت صدر منتخب ہونے کا اہل
ہے۔ اس میں یہ تحقیقات بھی شامل ہے کہ متذکرہ امیدوار مسلمان ہے۔ اگر
کسی امیدوار کے کاغذات نامزدگی اس لیے مسترد کر دیئے جائیں کہ وہ
مسلمان نہیں تو پھر الیکشن کمیشن کے روبرو اپیل کی جا سکتی ہے اور اس قسم

کی اپیل پر کمیشن بھی جو فیصلہ دے گا وہ قطعی ہو گا۔ اس کے آرٹیکل "۱" میں مزید کہا گیا ہے کہ انتخاب کے سلسلے میں کسی تنازعہ کا تصفیہ صرف طے شدہ طریق کار کے مطابق یا اس مقصد کے لیے قائم شدہ ٹریبونل کے ذریعہ ہو گا کسی اور طرح نہیں آرٹیکل کے کلاز ۲ میں کہا گیا ہے کہ :-

"جب کسی شخص کے صدر منتخب ہونے کا اعلان کر دیا جائے تو انتخاب کے جواز کو کسی بھی طرح کسی بھی عدالت یا اتھارٹی کے روبرو زیر بحث نہیں لایا جا سکے گا"

اس طرح یہ بات ظاہر ہے کہ صدارتی انتخاب کے لیے بھی اس بات کا قطعی تعین کرنے کی غرض سے خصوصی اختیارات وضع کیے گئے ہیں کہ امیدوار مسلمان ہے یا نہیں اور دیوانی عدالت کا دائرہ اختیار محدود کر دیا گیا ہے۔ اب ہم ہر اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ زیر بحث مقدمہ میں فریقین کے درمیان ہونے والی شادی مسلم شادی نہیں ہے کیونکہ مدعیہ کے بیان کے مطابق مدعا علیہ قادیانی (احمدی) عقائد کا پیرو ہونے کے سبب غیر مسلم ہے، اس سلسلے میں صرف ایک نکتہ غور طلب ہے اور وہ یہ کہ مدعا علیہ مسلمان ہے یا نہیں جہاں تک مدعیہ کا تعلق ہے وہ حنفی (سنی) مسلم ہے جب کہ مدعا علیہ نے خود اقرار کیا ہے کہ وہ قادیانی احمدی ہے۔

مدعا علیہ کے عقیدے اور اس کے مذہب کے بارے میں صحیح رائے قائم کرنے کے لیے یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بیان کے ضروری حصے اور اس کے خطوط اور بعض ضروری تحریریں پیش کر دی جائیں، اپنے بیان

ایکس ۲۹ میں مدعا علیہ کہتا ہے

میں احمدی فرقہ سے تعلق رکھتا ہوں، میں ۸ نومبر ۱۹۶۵ء سے خلیفہ ہوں اور اسی وقت سے سردار محمد خان میرا پیروکار ہے، میں مرزا غلام احمد قادیانی کا تیسرا خلیفہ ہوں، یہ حقیقت ہے کہ سردست احمدی جماعت کے خلیفہ مرزا نذیر احمد ایم اے ہیں، جو مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔

مرزا غلام احمد کے دوسرے خلیفہ بشیر الدین احمد تھے یہ حقیقت ہے کہ اپنی درخواست کے پیراگراف ۳ میں میں نے بیان دیا تھا کہ مدعیہ کا باپ اسلام کے سنی فرقے سے تعلق رکھتا ہے، میں مرزا غلام احمد قادیانی کا سچا پیروکار ہوں اور ان کی تعلیمات پر مکمل ایمان رکھتا ہوں، میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں کا مطالعہ کیا ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ میں نے ایک خط میں لکھا ہے کہ قرآن پاک کے مطالعہ سے مجھ پر یہ انکشاف ہوا ہے کہ ۱۳۹۹ ہجری میں رمضان کے مہینے میں دو شنبے کی کسی شب کو مجھے امتی نبی اور رسول بنایا جائے گا، میں نے ایک اور خط میں لکھا ہے کہ عرش پر آسمان میں میرا حقیقی نام محمد احمد ہے، یہ میرا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد میری روحانی ماں اور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے روحانی باپ ہیں اور میں ان کا مکمل روحانی بیٹا ہوں۔"

مرزا غلام احمد کو مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کے لیے انگریزوں نے آلہ کار بنایا تھا

"مجھے مرزا غلام احمد کی تحریروں پر ایمان ہے۔۔۔۔۔ میں اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ مرزا غلام احمد نے اپنے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ مرزا غلام احمد نے خود کو امتی نبی اور رسول قرار دیا تھا۔۔۔۔ یہ حقیقت ہے کہ ۵ رمارچ ۱۹۰۸ء کے "بدر" کے شمارے میں مرزا غلام احمد کا ایک دعویٰ شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے کہا تھا کہ وہ نبی اور رسول ہیں۔ میں نے مرزا البشیر الدین کی کتاب "حقیقت النبوت" پڑھی ہے۔ جس میں مرزا غلام احمد کو مجازی نہیں بلکہ حقیقی نبی قرار دیا گیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نبی کے منصب کا منکر ہوتا ہے وہ کافر قرار پاتا ہے۔۔۔۔۔ میں نے مرزا البشیر الدین کی کتاب آئینہ صداقت پڑھی ہے۔ جس میں یہ کہا گیا ہے کہ جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتا وہ قطع نظر اس کے کہ اس نے ان کا نام سنا ہے یا نہیں کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔۔۔۔ مرزا فضل احمد کی نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی۔۔۔۔۔ اپنے عقیدے کے مطابق ہم ان لوگوں کی نماز جنازہ نہیں پڑھتے جو مرزا غلام احمد کی نبوت پر یقین نہیں رکھتے۔ ہمارے عقیدے کے مطابق مرزا غلام احمد کی پیروکار کسی عورت کی شادی کسی ایسے شخص سے نہیں ہو سکتی جو ان کا پیروکار نہیں۔"

اگزبٹ ۳۶ میں مدعا علیہ کہتا ہے۔

"علیم و حکیم خدا تعالیٰ نے اپنے کل وعدوں وغیرہ اور ازلی و ابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق مجھ عاجز کو ۳۱، ۱۲، ۲۷، بروز اتوار اپنے الہامات کے ذریعے یہ علم بخشا کہ ہم نے اپنے ازلی و ابدی ارادوں وغیرہ کے مطابق ۲۷، ماہ رمضان کی شب شنبہ ۲۹ ہے۔ ۳۰ دسمبر ۱۹۶۷ء کی درمیانی رات میں اپنے عرش بریں پر اور کل آسمانوں پر ایک اعلان کر کے یہ حقیقت ظاہر کر دی کہ براق عرش کو (یعنی مدعا علیہ) آج کی رات سے محمد مصطفٰے اور احمد قادیانی کی نبوت و رسالت وغیرہ ظلی و بروزی راہ سے عطا کر کے ان کو روحانی طور پر احمد رسول اللہ اور محمد رسول اللہ احمد رسول اللہ کا شمس الانبیاء ہونا کل دنیا پر ظاہر باہر کرنے کے لیے مجھے قمر النساء یعنی کل رسولوں کا چاند ہونے کا مقام و مرتبہ عطا کر دیا ہے"

عورتوں کا چاند۔

اگزیبٹ ۳۸ میں مدعا علیہ کہتا ہے۔

"میں عاجز آپ لوگوں کے نزدیک تو سب انسانوں سے ہر طرح بدترین ہوں۔ اور آپ لوگ مجھ کو ہر طرح سے تباہ و برباد کرنا، عین نیکی کا کام اور بہت بڑا ثواب وغیرہ جانتے ہیں۔ مگر خدا اور رسول کے نزدیک چونکہ خدا اور رسول کا بہت ہی شاندار معمول خلیفہ اور امام الزماں اور پندھرویں ہجری کا مجدد اور کل روحانی آسمانوں وغیرہ کا شہنشاہ اور حضرت رسول وغیرہ کا کامل اور جامع بروز مظہر و مثیل وغیرہ ہوں۔

اگزیبٹ ۳۹ میں مدعا علیہ کہتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی میرے نزدیک بروزی و ظلی طور پر وہ بشری

جو حضرت رسول عربی تھے۔ میں عاجز بروزی اور ظلی طور پہ وہی کچھ ہوں جو کہ حضرت مرزا صاحب تھے آنحضرت میرے لیے روحانی طور پر باپ ہیں اور حضرت مرزا صاحب روحانی طور پر ماں ہیں اور میں ان دونوں سے پیدا ہونے والا کامل اور جامع روحانی بیٹا ہوں اور خدا تعالیٰ سے عرش اور آسمانوں پر میرا نام محمد احمد ہے۔"

مدعا علیہ نے اعتراف کیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کا پیرو کار ہے اس لیے یہ معلوم کرنا بے حد ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد کی پیروی کرنا اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا اور ایمان رکھنے کے باوجود مدعا علیہ کو مسلمان تصور کیا جا سکتا ہے یا نہیں اس مقصد کے لیے احمدیوں کی تاریخ کی چھان بین کرنا غیر ضروری نہ ہوگا۔"

احمدیت کی تاریخ

اس فرقے کو سمجھنے کے لیے اس دور کا جائزہ لینا پڑے گا جس میں یہ فرقہ معرض وجود میں آیا تھا۔ مرزا غلام احمد اس تحریک کے بانی تھے۔ ان کے والد مرزا غلام مرتضیٰ سکھ دربار میں ملازم تھے۔ مرزا غلام احمد ۱۳ فروری ۱۸۴۵ء کو ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں پیدا ہوئے ان کی تعلیم گھر پہ ہی ہوئی اور وہ صرف عربی، فارسی اور اردو پڑھ سکتے تھے۔ ۱۸۶۴ء میں وہ کلرک کی حیثیت سے ڈسٹرکٹ کورٹ سیالکوٹ میں ملازم ہوئے جہاں وہ چار سال کام کرتے رہے۔ بعد ازاں انہوں نے ملازمت چھوڑ دی اور اپنا وقت تصنیف و تالیف اور مذہبیات کے مطالعے میں صرف کرنے لگے مارچ

۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ خدا کی طرف سے انہیں الہام ہوا ہے پھر ۱۹۰۱ء میں انہوں نے نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کر دیا۔

یہ بات ذہن میں رکھنی ضروری ہے کہ اس سے پہلے یہ خطہ ایک عرصہ سے غیر ملکیوں کی محکومی ہو گیا تھا۔ مسلمانوں نے اس خطہ زمین پر آٹھ سو سال سے زائد مدت تک حکمرانی کی تھی اور معاشرے پر ان کے اثرات گہرے تھے ان کی چھاپ اور نظم و نسق میں ان کی اصلاحات ابھی تک تازہ تھیں اب وہ وقت آ گیا تھا کہ انحطاط کے اندرونی عمل کے علاوہ جو ان کے اقتدار کی جڑیں کھوکھلی کر رہا تھا بعض ایسی طاقتیں بھی ان کے درپے ہو گئی تھیں جن میں ان کا کوئی کنٹرول نہیں تھا جو عالمی سطح پر کام کر رہی تھیں۔ مغرب میں عیسائیت اسلام کے خلاف سرگرم عمل تھی، مشرق وسطیٰ میں عرب معاشرہ جو کسی زمانہ میں اپنی خوش بختی سے اسلام کا گہوارہ بنا، مکہ میں پیدا ہوا، مدینہ میں پروان چڑھا، دمشق میں عروج و زوال ہوا، اور بغداد میں اس کی قبر کھودی گئی۔ یہاں انحطاط کے عمل کا ایک ایسا طبقہ تیار ہوا جس کا اسلام سے دور کا بھی تعلق نہیں تھا۔ مسلمانوں کا نظریاتی انتشار شروع ہو چکا تھا اور اس سے برصغیر ہند بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ غیر ملکی جو یہاں تجارت کے لیے آئے تھے رہ پڑے۔ انہوں نے حصول اقتدار کے لیے سازشیں اور ریشہ دوانیاں شروع کر دیں اور بالآخر اپنی حکومت قائم کر لی۔ مسلمان اس ملک کی دوسری قوم جو پھر دوبارہ اپنی حکمرانی قائم کرنے کے خواہشمند تھے۔ اس صورت حال نے غیر ملکیوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا اور انہوں نے سوچا کہ جب

مسلمانوں کو بالکل قلاش نہ کر دیا جائے ان غیر ملکیوں کے اقتدار کو دوام نہیں مل سکے گا چنانچہ انہوں نے مسلمانوں کے خلاف اپنی عالمگیر سلطنت اور صنعتی اعتبار سے انتہائی ترقی یافتہ معیشت کے تمام وسائل استعمال کرنے شروع کر دیئے اور دغا و فریب کا کوئی حربہ باقی نہیں رہنے دیا، ہندو آبادی نے بھی اپنے مفادات غیر ملکیوں سے وابستہ کر لیے اور ان ہی مسلمانوں میں ہی کچھ میر جعفر اور میر صادق میسر آ گئے۔ مسلمانوں نے غیر ملکی تسلط کے خلاف سرفروشانہ جدوجہد کی لیکن وہ اس سیلاب کے آگے بند نہ باندھ سکے انیسویں صدی کے وسط میں سارا برصغیر برطانیہ کے زیر نگین آ چکا تھا۔ غیر ملکی حکومت کے جلو میں عیسائی مشنری بھی برصغیر میں پہنچے اور اس کے بعد مسلمانوں کے لیے ابتلا کا ایک طویل اور صبر آزما دور شروع ہو گیا۔

انگریزوں کے آلۂ کار

عیار انگریز نے اس بات سے آگاہ تھے کہ برصغیر کے مسلمان مذہب کے بارے میں بے حد حساس ہیں اور یہ صرف ہی تھا جس نے انہیں متحد کر کے ایک عظیم طاقت بنا دیا تھا اس لیے انگریزوں نے سوچا اگر کسی طرح مسلمانوں کے اتحاد کو ختم کر کے ان کا شیرازہ بکھیر دیا جائے تو انہیں غلام بنانا زیادہ آسان ہو جائے گا۔ انگریزوں کو مرزا غلام احمد میں وہ تمام خصوصیات مل گئیں جو مسلمانوں میں انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے ضروری تھیں، یہ بات ثبوت کی محتاج نہیں کہ مرزا غلام احمد مسلمان ہیں۔

انتشار و افتراق پیدا کرنے کے لیے انگریزوں کے آلہ کار تھے، مسٹر

جسٹس منیر اور مسٹر جسٹس کیانی نے بھی ۱۹۵۳ء میں پنجاب کے فسادات کے متعلق اپنی رپورٹ میں جو عام طور پر منیر رپورٹ کہلاتی ہے اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اپنی کتاب تبلیغ رسالت (جلد نمبر ۷ صفحہ ۱۰) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں:

"اپنے بچپن سے لے کر موجودہ ساٹھ سال کی عمر تک میں بڑی سنجیدگی سے اپنی تحریروں اور تقریروں کے ذریعہ یہ کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمانوں کے دلوں میں انگریزوں کے لیے محبت اور موانست کے جذبات پیدا ہوں میں یہ بھی کوشش کرتا رہا ہوں کہ مسلمان انگریزوں کے خلاف جہاد کا نظریہ ترک کر دیں۔"

شہادت القرآن میں وہ کہتے ہیں:-

"جیسا کہ میں بار بار کہتا رہا ہوں، اسلام کے دو جزو ہیں، ایک تو یہ کہ خدا کے حکم کی تعمیل کرو اور دوسرے یہ کہ حکومت کے وفادار رہو جو اپنے ساتھ امن لائی ہے اور جس نے ہمیں اس سرزمین کے ظالموں سے نجات دلائی ہے۔"

ایک اور مقام پر وہ کہتے ہیں:-

"میں نے اردو، فارسی اور عربی میں کئی کتابیں دنیا کے ملکوں کو یہ بتانے کے لیے لکھی ہیں کہ برطانیہ کے راج میں مسلمان بڑے اطمینان اور مسرت کی گزار رہے ہیں۔"

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں:-

"میں یہ بات زور دے کر کہتا ہوں کہ مسلمانوں میں صرف میرا فرقہ ایسا تھا جو برطانوی حکومت کا انتہائی وفادار اور اطاعت شعار رہا اور کوئی ایسا قدم

نہیں اٹھانا چاہیے جس سے برطانوی حکومت کو اپنا کام چلانے میں کسی قسم کی رکاوٹ پیدا ہو۔"

۱۹ اکتوبر ۱۹۱۵ء کے الفضل میں انہوں نے لکھا ہے۔

"برطانوی حکومت احمدیوں کے لیے ایک نعمت اور ڈھال ہے اور صرف اسی کے سائے میں وہ پھل پھول سکتے ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
ہمارے مفادات اس حکومت کے تحت بالکل محفوظ ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔
جہاں جہاں برطانوی حکومت کے قدم پہنچے ہیں ہمارے لیے اپنے عقائد کی تبلیغ کا موقع نکل آتا ہے۔"

تاریخ رسالت کی جلد ۶ میں وہ کہتے ہیں :-

"میں اپنے عقیدے کی تبلیغ مدینہ، روم، شام، ایران یا کابل میں نہیں کر سکتا، لیکن صرف اس (برطانوی) حکومت کے سائے میں کر سکتا ہوں جس کی خوش حالی کے لیے میں ہمیشہ دعا کرتا رہتا ہوں۔"

اس سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا غلام احمد نے محض اپنے آقاؤں کی خوشنودی کے لیے مسلمانوں میں انتشار و افتراق پھیلانے کا کھلا لائسنس حاصل کر لیا ہے اپنی تحریروں میں انہوں نے خود اس بات کی شکایت کی ہے کہ انہیں برطانوی سامراج کا ایجنٹ قرار دیا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد نے ان لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جو انکی نبوت پر ایمان نہیں رکھتے

ان حالات سے بحث کے بعد جن کے تحت یہ احمدی تحریک پروان چڑھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ مسلمان ہونے کی ضروری شرائط کیا ہے۔ امیر علی اپنی کتاب محمڈن لا میں لکھتے ہیں۔

"کوئی شخص جو اسلام لانے کا اعلان کرتا یا دوسرے لفظوں میں خدا کی وحدت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغمبر ہونے کا اقرار کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور مسلم لاء کے تابع ہے۔"

ایک اور جگہ وہ لکھتے ہیں:۔

ہر وہ شخص جو خدا کی وحدت اور رسول عربی کی پیغمبری پر ایمان رکھتا ہے دائرہ اسلام میں آجاتا ہے۔

سر عبدالرحیم اپنی کتاب "محمڈن جورسپروڈنس" میں لکھتے ہیں کہ اسلامی عقیدہ خدائے واحد کی حاکمیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی کی حیثیت سے مشن کی صداقت پر مشتمل ہے انہی آرا کا اظہار متعدد دوسری کتابوں میں کیا گیا ہے۔ قرآن حکیم میں مسلمان ہونے کی شرائط سورۃ النساء میں درج کی گئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اے ایمان والو تم اعتقاد رکھو اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اس نے اپنے رسول پر نازل فرمائی اور ان کتابوں کے ساتھ جو کہ پہلے نازل ہو چکی ہیں اور جو شخص اللہ تعالیٰ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسول کا اور روز قیامت کا تو وہ شخص گمراہی میں بڑی

سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۶

قرآن مجید کی متذکرہ بالا آیت میں واضح طور پر سابق پیغمبروں آسمانی صحیفوں اور رسول پاک کی کتاب کا تذکرہ کیا گیا ہے لیکن اس میں کہیں بھی مستقبل کے پیغمبروں اور ان کی کتب کا حوالہ موجود نہیں۔ اس لئے اس کے سوا کوئی اور نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضرت صلعم آخری نبی ہیں اور ان پر جو کتاب نازل ہوئی وہ آخری کتاب ہے یہی بات سورہ احزاب میں زیادہ زور دیکر کہی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:-

"محمد تم میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن وہ اللہ کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے" (۴۰:۳۳)

خود رسول پاکؐ نے بھی کئی حدیثوں میں صورت حال کی وضاحت فرمائی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں:-

(الف) جب بنی اسرائیل میں کسی نبی کا انتقال ہوا تو اس کی جگہ دوسرا نبی آ گیا۔ لیکن میرا کوئی جانشین نہیں ہوگا۔ اور میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (البخاری)

(ب) رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہیں آئے گا۔ (ترمذی)

(ج) میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (ابن ماجہ)

قرآن پاک اور رسول اکرمؐ کے مندرجہ بالا ارشادات کے بعد یہ جان کر حیرت ہوتی ہے کہ مدعا علیہ نے خود کو (نعوذ باللہ) پیغمبروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور

اس کے ممدوح مرزا غلام احمد نے بھی اپنے پیغمبر نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے میں مدعا علیہ کے عقائد کا پہلے بھی ذکر چکا ہوں جو اس کے بیان اور خطوط میں درج ہیں۔ احمدیوں اور مسلمانوں کے واضح اختلافات پر روشنی ڈالنے کے لیے مرزا غلام احمد کے نام نہاد انکشافات میں سے بعض کا حوالہ دینا ضروری ہے۔

"ازالہ اوہام" میں وہ کہتے ہیں:۔

"میں وہ ہوں جس کا تذکرہ یوں کیا گیا ہے: مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد۔ ایک اور جگہ انہوں نے کہا ہے:۔

"میں مسیح موعود ہوں"۔

"معیار الاخبار" میں صفحہ ۱۱ پہ وہ کہتے ہیں۔

میں مہدی ہوں اور کئی پیغمبروں سے برتر ہوں"۔

سیالکوٹ کی تقریر میں صفحہ ۳۳ پہ وہ دعویٰ کرتے ہیں۔

"میں مسلمانوں کے لیے مسیح اور مہدی ہوں اور ہندوؤں کے لیے کرشن"۔

"حقیقت الوحی" میں صفحہ ۳۹۱ پر وہ لکھتے ہیں۔

میں نبی ہوں۔ نبی کا نام صرف مجھی کو عطا کیا گیا ہے۔

اسی کتاب میں صفحہ ۹۹ پہ وہ کہتے ہیں

خدا نے مجھ سے کہا ہے کہ:۔

"لولاک لما خلقت الافلاک"۔

اگر تم پیدا نہ ہوتے تو میں آسمان اور زمین تخلیق نہ کرتا۔

وہ پھر کہتے ہیں:۔

خدانے مجھ سے کہا ہے کہ "وما ارسلناک الا رحمتہ اللعالمین"
"خدا نے تمہیں زمین پر رحمت بنا کر بھیجا ہے"
اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۷ پر وہ مزید کہتے ہیں۔
خدائے مجھ سے کہا ہے کہ "انک لمن المرسلین" "یقیناً تم رسول ہو"
"مجھے الہام ہوا ہے جس میں کہا گیا ہے :۔ یا ایھا الناس نی رسول
اللہ الیکم جمیعا") (دیکھو خدا نے تم سب کے لیے رسول بھیجا ہے"
صفحہ ۱۷۹ پر انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :۔
کفر کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اسلام پر ہی یقین نہ رکھے اور
رسول پاک حضرت محمد ؐ کو خدا کا پیغمبر تصور نہ کرے کفر کی ایک دوسری شکل یہ ہے
کہ کوئی شخص مسیح موعود پر ایمان نہ لائے اور اس کی صداقت کا قطعی ثبوت
مل جائے کے باوجود اسے جعلساز قرار دے حالانکہ خدا اور اس کا رسول اس کی
حقانیت کی گواہی دے چکے ہیں۔ اور جس کے متعلق سابق پیغمبروں کے مقدس
صحیفوں میں بھی تذکرہ موجود ہے چنانچہ جو خدا اور اس کے پیغمبر کا فرمان مسترد
کرتا ہے وہ کافر ہے غور کیا جائے تو دونوں قسم کے کفر ایک ہی زمرے میں
آتے ہیں۔
حقیقت الوحی کے صفحہ ۱۶۳ پر وہ کہتے ہیں۔
"جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا وہ کافر ہے"
مرزا غلام احمد مزید کہتے ہیں۔
"میرے ذریعہ خدا نے اپنا چہرہ لوگوں کو دکھایا ہے چنانچہ اے لوگو جو

رہنمائی کے طالب ہو اپنے تئیں میرے دروازے پر پہنچاؤ۔"

خدا نے مجھ پر منکشف کیا ہے کہ جو شخص میری پیروی نہیں کرتا اور میری
میں داخل نہیں ہوتا اور میرا مخالف رہتا ہے وہ خدا اور رسول کا باغی تصور
کیا جائے گا۔ اور جہنم کا مستحق ہو گا۔

خدا نے مجھ سے کلام کیا ہے اس دور میں خدا کے خلاف حسد پچھلے سارے
زمانوں سے زیادہ پھیل گیا ہے کیونکہ متذکرہ رسول کی اہمیت اب بہت کم
ہو گئی ہے اس لیے خدا نے مسیح موعود کے طور پر مجھے بھیجا ہے۔"

حقیقت الوحی میں صفحہ ۱۶۳ پر وہ کہتے ہیں:

انہوں نے ایک اور جگہ اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے:"

میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جسے پیغمبر اعظم نے نبی اللہ قرار دیا ہے
میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق نبی ہوں اور اس حقیقت سے
انکار گناہ ہے، میں اس سے انکار کیونکر کر سکتا ہوں۔ جب خداوند تعالیٰ نے
خود نبوت کا منصب مجھے عطا کیا ہے، میں اپنی زندگی کے آخری سانس
تک اس پر قائم رہوں گا۔

خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ اے احمد ہم نے تمہیں نبی بنایا ہے۔"

میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھوں میں میری زندگی
ہے کہ اس نے خود مجھے بھیجا ہے، اور اس نے خود مجھے نبی بنایا ہے۔

خدا نے مجھ پر انکشاف کیا ہے کہ ہر وہ شخص جس تک میرا پیغام پہنچے اور
وہ مجھے قبول نہ کرے تو وہ مسلمان نہیں ہے۔"

"اب یہ خدا کی مرضی ہے کہ مسلمانوں میں سے جو مجھ سے دور ہیں انہیں تباہ کر دیا جائے گا خواہ وہ بادشاہ ہوں یا رعایا۔ میں یہ بات اپنی طرف سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ یہ وہ انکشاف ہے جو خدا نے مجھ پر کیا ہے۔

"فتاویٰ احمدی (جلد ا صفحہ ۱۸) میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں۔

"ان لوگوں کے پیچھے نماز مت پڑھو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے"۔

اس کی دوسری جلد کے صفحہ، پر وہ کہتے ہیں۔

"اپنی بیٹیاں ان لوگوں کے نکاح میں نہ دو جو مجھ پر ایمان نہیں رکھتے"۔

انوارِ خلافت میں صفحہ ۸۹ پر وہ کہتے ہیں۔

"کسی ایسے شخص کی نماز جنازہ مت پڑھو جو مسیح موعود پر ایمان نہیں رکھتے"۔

"انجام آتھم" (ضمیمہ) میں وہ کہتے ہیں۔

یسوع مسیح کی تین نانیاں اور تین دادیاں طوائف تھیں"۔

مرزا غلام احمد کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ آسمانوں کو انہوں نے تخلیق کیا تھا۔

"تذکرہ شہادتین" میں صفحہ ۶۴ پر مرزا غلام احمد کہتے ہیں:۔

وہ وقت آنے والا ہے بلکہ آ پہنچا ہے جب یہ واحد مذہب ہو گا جس کی سب پیروی کریں گے۔ خدا اس مذہب اور اس تحریک پر اپنی غیر معمولی رحمتیں نازل فرمائے گا اور ہر اس شخص کو ختم کر دے گا جو اس کے خلاف معاندانہ عزائم رکھتا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ روئے زمین پر صرف ایک مذہب اور ایک رہنما باقی رہ جائے گا میں صرف بیج بونے کے لیے آیا ہوں اور میں اپنا کام

کر چکا ہوں ۔ یہ بیج اب بڑھ کر درخت بنے گا اور پھل لائے گا ، اور کوئی اس کے نمو کو نہیں روک سکے گا ۔"

"تحفہ گولڑیہ" میں مرزا غلام احمد کہتے ہیں :۔

"وقت آنے والا ہے ، بلکہ آپہنچا ہے ، جب یہ تحریک عالمگیر بن جائے گی اور اسلام اور احمدیت ایک دوسرے کے مترادف بن جائیں گے یہ خدا کی طرف سے انکشاف ہے جس کے لیے کوئی بھی چیز ناممکن نہیں ۔"

"صحیح بخاری ، صحیح مسلم ، بائبل ، دانیال اور دوسرے پیغمبروں کی کتابوں میں جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں لفظ "پیغمبر" کا اطلاق مجھ پر ہوتا ہے ۔"

"دفاع البلا" میں صفحہ ۱۳ پر کہتے ہیں :۔

"میں امام حسینؓ سے برتر ہوں ۔"

"آئینہ کمالات میں (ایگزیبٹ ۵۶۴) میں وہ کہتے ہیں :۔

"میں نے اپنے تئیں خدا کے طور پر دیکھا ہے ۔" اور میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ میں وہی ہوں اور میں نے آسمان کو تخلیق کیا ہے ۔

"الفضل" میں ایک مقام پر وہ کہتے ہیں :۔

"جو شخص موسیٰ پر یقین رکھتا ہے لیکن عیسیٰ کو نہیں مانتا یا جو عیسیٰ پر یقین رکھتا ہے ۔ لیکن محمدؐ کو نہیں مانتا یا جو محمدؐ پر یقین رکھتا ہے لیکن مسیح موعود کو نہیں مانتا یقیناً وہ کافر ہے بلکہ وہ دائرہ اسلام ہی سے خارج ہے ۔"

مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد دونوں نے حضرت عیسیٰ کے بارے میں

ایک بالکل تصور پیش کیا ہے جو مسلمانوں کے مسلّمہ عقائد کے یکسر منافی ہے اور قرآن پاک کی تعلیمات سے متصادم ہے۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ یسوع مسیح کو صلیب پر چڑھایا گیا تھا، لیکن ان کی موت واقع نہیں ہوئی۔ وہ صلیب سے زندہ اتر آئے۔ اور کشمیر چلے گئے۔ جہاں ان کی طبعی موت واقع ہوئی۔ مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ کے دوسرے مشن کی تکمیل یوں نہیں ہوگی کہ وہ شخصی طور پر دنیا میں آئیں گے بلکہ ان کی روح ایک دوسرے شخص کے جسم میں حلول کر لی جائے گی۔ اور حضرت عیسیٰ کا یہ دوسرا روپ مرزا غلام احمد ہیں لیکن قرآن مجید میں اس بارے میں بالکل مختلف بات کہی گئی ہے۔ سورہ الزخروف میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترجمہ :۔" اور جب مریم کے بیٹے کو مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں تو لوگ ہنستے ہیں۔ اور کہتے ہیں کیا یہ ہمارے خداؤں سے بہتر ہے؟ وہ اعتراض کسی دلیل یا بحث کے لیے نہیں کرتے بلکہ صرف شرارت سے ایسا کرتے ہیں۔ اس کی حیثیت ایک بندے سے زیادہ کچھ نہیں جس پر ہم نے اپنی رحمت نازل کی۔ اور کھڑا کیا بنی اسرائیل کے واسطے۔ اور اگر ہم چاہیں تو نکالیں تم میں سے فرشتے جو رہیں زمین پر تمہاری جگہ اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا سو اس میں دھوکا نہ کرو۔ اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے (۴۳ = ۵۷۔۶۱)

آل عمران میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

ترجمہ :۔ اے عیسیٰ، میں تجھ کو بدل لوں گا اور اٹھا لوں گا اپنی طرف اور پاک کروں گا کافروں سے اور رکھوں گا تیرے تابعوں کو اوپر منکروں سے

قیامت کے دن تک پھر میری طرف تم کو پھر آنا ہے۔ پھر فیصلہ کر دوں گا تم میں سے بات میں تم جھگڑتے تھے۔

النسا میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ترجمہ:۔" اور اس کے کہنے پر کہ ہم نے مارا مسیح عیسیٰ مریم کے بیٹے کو، جو رسول تھا اللہ کا اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی، ان کے آگے۔ اور جو لوگ اس میں کئی باتیں نکالتے ہیں۔ وہ اس جگہ شبے میں پڑے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر مگر اٹکل پر چلتے ہیں۔ اور اس کو مارا نہیں بیشک۔ بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور ہے اللہ زبردست حکمت والا۔" (۴: ۱۵۷-۱۵۸)

متذکرہ بالا سے یہ بات واضح ہے کہ احمدیوں اور مسلمانوں میں محض فلسفیانہ اختلافات ہی نہیں، اے آئی آر ۱۹۲۳ء مدراس ۱۷ ابھی میرے سامنے فریقین کے فاضل وکلاء نے پیش کی ہے جس میں احمدیوں اور غیر احمدیوں کے اختلافات سے بحث کی گئی ہے۔ بیگل انحصار ی کے پورے احترام کے ساتھ میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں میں نہ صرف یہ کہ بنیادی، نظریاتی اختلاف موجود ہے بلکہ ان میں عقیدے اور اعلان نبوت کے بارے میں بھی اختلافات موجود ہیں نیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی کا نزول، قرآن پاک آیات کو منسوخ کرنا۔ میری رائے میں کسی شخص کو بھی مرتد قرار دینے کے لیے کافی ہیں۔ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے عقائد کا جائزہ لینے سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ انہوں نے جان بوجھ کر دوسروں کو گمراہ کرنے کی

کوشش کی ہے اور اس مقصد کے لیے ایک طرف دشنام طرازی کا سہارا لیا ہے تو دوسری طرف بڑی فن کاری سے ناخواندہ اور کم علم لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسلام کی نظر میں یہ بہت بڑا گناہ ہے۔ ہز لارڈشپ مسٹر جسٹس دلال نے کالی چرن ورما بنام شہنشاہ کے مقدمہ میں اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا ہے :۔

"اس مقدمہ میں ہیں معاملات کو ایک ہائی کورٹ کے فاضل جج کی حیثیت سے ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے ایک قصبے کے ایک عام شہری کی حیثیت سے بھی دیکھتا ہوں۔ میں خود کو ایک مسلمان کی حیثیت سے بھی دیکھتا ہوں میں خود کو ایک مسلمان کی جگہ رکھتا ہوں جو اپنے پیغمبرؐ کی عزت و آبرو کا احترام کرتا ہے اور پھر سوچتا ہوں کہ میرے جذبات اس ہندو کے بارے میں کیا ہوں گے جو اس پیغمبر کا مذاق اڑاتا ہے اور وہ یہ کام اس لیے نہیں کرتا کہ وہ سنکی ہو گیا ہے بلکہ وہ ایک ایسے پروپیگنڈے سے متاثر ہے جو ان لوگوں نے شروع کیا ہے۔ جو مسلمان نہیں۔ ایسی صورت میں میں ایک عام آدمی کی حیثیت سے اسی نفرت کا مظاہرہ کروں گا جو مصنف کے طبقے سے مخصوص ہے۔

(اے آئی آر ۱۹۲۷۔ اے ایل ایل ۶۵۴)

علامہ اقبال کا مشورہ درست تھا کہ احمدیوں کو مسلمانوں سے الگ طبقہ تصور کیا جائے

جیسا کہ میں نے پہلے وضاحت کی ہے، مدعا علیہ نے خود کو نعوذ باللہ پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کر دیا ہے اور اس کے ممدوح مرزا غلام احمد بھی یہ اعلان کر چکے ہیں کہ وہ پیغمبر اور نبی، رسول ہیں، مزید براں مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کی دادیوں اور نانیوں کے خلاف غیر شائستہ زبان الزام کی ہے اور اس پر بس نہیں بلکہ آنحضرت صلعم اور ان کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہے ہیں اس سلسلے میں مرزا غلام احمد کے متذکرہ بالا نام نہاد انکشافات کے حوالے کے علاوہ "ملفوظات احمدیہ" میں ان کی تحریروں کو ثبوت کے طور پر پیش کیا جا سکتا ہے، رسول پاکؐ کی اس سے زیادہ اور کوئی توہین نہیں ہو سکتی کہ مرزا غلام احمد جیسا شخص یا مدعا علیہ یا کوئی اور خود کو پیغمبران کرام کی صف میں کھڑا کرنے کی جسارت کرے، کوئی مسلمان کسی شخص کی طرف سے ایسا دعویٰ برداشت نہیں کر سکتا اور نہ قرآن وحدیث سے اس طرح کے دعوے کی تائید لائی جا سکتی ہے۔

مرزا غلام احمد نے دانستہ طور پر قرآن پاک کی آیات خود سے منسوب کی ہیں اور انہیں خود ساختہ معنی پہنائے ہیں تاکہ وہ دوسروں کو گمراہ کر سکیں اور یہ بے خبر اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی ایسی سنگین غلط بیانی ہے جو جان بوجھ کر روا رکھی گئی اور جو اسلام کی نظر میں گناہ کبیرہ ہے۔

احمدیوں نے ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء کے الفضل میں دعویٰ کیا ہے کہ

"کوئی شخص بھی کسی بھی منصب جلیلہ تک پہنچ سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ (نعوذ باللہ) محمد رسول سے بھی آگے نکل سکتا ہے"

۱۲ جون ۱۹۴۵ء کے الفضل میں احمدیوں نے یہ دعویٰ بھی کیا ہے کہ "جس نے مسیح کے ہاتھ پہ بیعت کر لی اس مرتبہ وہی ہو گیا جو صحابہ رسول کا تھا"

• ملفوظات احمدیہ" میں ایک جگہ یہ کہا گیا ہے کہ "تمہارے درمیان ایک زندہ علی موجود ہے اور تم اسے چھوڑ کر مردہ علی کو تلاش کر رہے ہو"

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کو غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ یہ لوگ کافر ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت تقی الدین نے کہا ہے کہ "جو خدا سے ڈرتا ہے وہ کلمہ پہ ایمان رکھنے والے کسی شخص کو کافر قرار نہیں دے سکتا، ایسا شخص ہمیشہ کے لیے مردہ ہو گیا اور اسے کسی مسلمان سے شادی کی اجازت نہیں دی جا سکتی" (الطبقات الکبریٰ)

پیغمبران کے بارے میں غیر شائستہ زبان کا استعمال ہی کسی کے ارتداد کے رجحان کی . . . غمازی کرنے کے کافی ہے (۱۰۶ پی آر ۱۸۹۱) مسلم لاء کی تشکیل کے ابتدائی دور میں ارتداد کتنی بہت بڑا گناہ تھا جس کی سزا موت ہوتی ہے۔ جلد دوم کے صفحہ ۸۴ پہ کہتا ہے" اگر میاں بیوی میں سے ایک بھی ارتداد کا مرتکب ہو تو ان کی شادی جو اسلامی شادی تھی، فوراً،

طور پر تنسیخ ہو جائے گی، اور انہیں لازمی طور پر ایک دوسرے سے الگ ہونا پڑے گا۔" مرزا غلام احمد جیسا کہ میں قبل ازیں بتا چکا ہوں، اسلام کی تعلیمات کے علی الرغم اپنے پیروؤں کو یہ حکم دیتے ہیں کہ وہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں کیونکہ وہ کافر ہیں۔

علامہ اقبال کا مشورہ

اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ احمدی مسلمانوں سے الگ مذہب کے پیرو ہیں اور علامہ اقبال نے اس وقت کی حکومت ہند کو بالکل درست مشورہ دیا تھا کہ اس طبقے (احمدیوں) کو مسلمانوں سے یکسر مختلف تصور کیا جائے اور اگر انہیں علیحدہ حیثیت دے دی گئی تو مسلمان ان کے ساتھ اسی رواداری سے پیش آئیں گے، جس کا مظاہرہ وہ دوسرے مذاہب کے پیروؤں سے کرتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ احمدیوں کو احمدی کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق حاصل ہے، مدینہ کے منشور میں جسے اسلامی پالیسی کا میگنا کارٹا قرار دیا جا سکتا ہے۔ رسول پاکؐ نے غیر مسلموں کو اجازت دی ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق اپنی مذہبی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کریں، اور اس سلسلے میں کبھی جبر روا نہیں رکھا گیا لیکن ایک الگ طبقے کی حیثیت سے زندگی گزارنے کا حق احمدیوں کو اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ وہ مسلمانوں کے پرسنل لا میں مداخلت کریں اور انہیں مجبور کریں کہ وہ احمدیوں کو بھی صرف اس لیے اسلام کا ایک

فرقہ تسلیم کر لیں کہ انہوں نے اپنے اوپر احمدی مسلم کا لیبل لگا رکھا ہے

امتی نبی کا تصوّر

مرزا غلام احمد مدعا علیہ کی نام نہاد نبوت پر ایمان حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی نبوت کی کھلی تنقیص ہے، جس کی وضاحت خداوند تعالٰے نے قرآن پاک میں اور رسول پاک نے احادیث میں کر دی ہے، مدعا علیہ نے اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا رسول یا ظلّی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے، اس کی کوئی سند قرآن اور حدیث سے نہیں ملتی اور نہ مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد کے تصور کی تائید کسی اور ذریعہ سے ہوتی ہے امتی نبی کا تصور انتہائی اہم ہے اور یہ مرزا غلام احمد اور مدعا علیہ کی من گھڑت تصنیف ہے، قرآن یا حدیث میں کہیں ایسی کوئی بات نہیں ملتی، جس سے یہ ظاہر ہو کہ اسلام امتی نبی کے تصور پر یقین رکھتا ہے، رسول پاکؐ نے یہ بات ہمیشہ کے لیے بند کر دیا ہے اور حدیث رسول کی موجودگی میں اس بات سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد کسی طرح کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔

اسلام کا یہ عقیدہ ضرور ہے کہ حضرت عیسٰی ایک بار دنیا میں

تشریف لائیں گے، لیکن وہ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے امتی کی حیثیت سے ظاہر ہوں گے، الیسوع مسیح کوئی نئی امت تخلیق نہیں کریں گے بلکہ وہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شریعت کی پیروی کریں گے، میرے سامنے آنحضرت صلعم کی حدیث کا حوالہ دیا گیا ہے جس میں رسول پاک نے فرمایا ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے"! رسول پاکؐ کی یہ حدیث اور دوسری احادیث واضح طور پر یہ بات ظاہر کرتی ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی قسم کا کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اس لیے مدعا علیہ اور مرزا غلام احمد نے امتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا جو تصور پیش کیا ہے وہ سراسر غیر اسلامی اور قرآن و حدیث کی تعلیمات کے منافی ہے، نیز مسلمانوں کے اجتماع سے بھی متصادم ہے۔

مرزا غلام احمد نے بروزی نبی ہونے کا جو دعویٰ کیا ہے علامہ اقبال نے اس پر تفصیل سے گفتگو کی ہے اور اسے مجوسیوں کا عقیدہ قرار دیا ہے، علامہ کی تحریر سے ہمیں بروزی نبی کے تصور کی حقیقت سمجھنے میں مدد ملے گی اس لیے میں اس بحث کے متعلقہ حصے فیصلے میں شامل کرنا پسند کروں گا۔

احمدیت کے بارے میں علامہ اقبال کا نظریہ

ختم نبوت کے تصور کی تہذیبی قدر و قیمت کی توضیح میں نے کسی اور

جگہ کر دی ہے، اس معنی بالکل سلیس ہیں۔ محمد صلعم کے بعد جنہوں نے اپنے پیروؤں کو ایسا قانون عطا کر کے جو ضمیر انسانی کی گہرائیوں سے ظہور پذیر ہوتا ہے، آزادی کا راستہ دکھایا ہے، کسی اور انسانی ہستی کے آگے روحانی حیثیت سے سر نیاز خم نہ جائے، دینیاتی نقطہ نظر کو یوں بیان کر سکتے ہیں کہ وہ اجتماعی اور سیاسی تنظیم جسے اسلام کہتے ہیں مکمل اور ابدی ہے، محمد صلعم کے بعد کسی ایسے الہام کا امکان ہی نہیں ہے جس سے انکار کفر کو مستلزم ہو، جو شخص ایسے الہام کا دعویٰ کرتا ہے وہ اسلام سے غداری کرتا ہے قادیانیوں کا اعتقاد ہے کہ تحریک احمدیت کا بانی ایسے الہام کا حاصل تھا، لہذا وہ تمام عالم اسلام کو کافر قرار دیتے ہیں، خود بانی احمدیت کا استدلال جو قرون وسطیٰ کے متکلمین کے لیے زیبا ہو سکتا ہے یہ ہے کہ اگر کوئی دوسرا نبی پیدا نہ ہو تو پیغمبر اسلام کی روحانیت نامکمل رہ جائے گی وہ اپنے دعوے کے ثبوت ہیں کہ پیغمبر اسلام کی روحانیت میں پیغمبر خیز قوت تھی، خود اپنی نبوت پیش کرتا ہے لیکن آپ اس سے پھر دریافت کریں کہ محمد صلعم کی روحانیت ایک سے زیادہ نبی پیدا کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے تو اس کا جواب نفی میں ہے یہ خیال اس بات کے برابر ہے کہ:-

"محمد صلعم آخری نبی ہیں" میں آخری نبی ہوں" اس امر کے سمجھنے کی بجائے کہ ختم نبوت کا اسلامی تصور نوع انسانی کی تاریخ میں بالعموم اور ایشیا کی تاریخ میں بالخصوص کیا تہذیبی قدر رکھتا ہے۔ بانی احمدیت کا خیال ہے کہ ختم نبوت کا تصور ان معنوں میں کہ محمد صلعم کا کوئی پیرو نبوت کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا خود محمد صلعم کی

بنوت کو نامکمل پیش کرتا ہے، جب میں بانی احمدیت کی نفسیات کا مطالعہ ان کے دعوے نبوت کی روشنی میں کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے دعوئی نبوت میں پیغمبر اسلام کی تخلیقی قوت کو صرف ایک ہی یعنی تحریک احمدیت کے بانی کی پیدائش تک محدود کر کے پیغمبر اسلام کے آخری نبی ہونے سے انکار کر دیتا ہے، اس طرح یہ نیا پیغمبر چپکے سے اپنے روحانی مورث کی ختم نبوت پر متصرف ہو جاتا ہے۔

"اس کا دعویٰ ہے کہ میں پیغمبر اسلام کا بروز ہوں، اس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ پیغمبر اسلام کا بروز ہونے کی حیثیت سے اس کا خاتم النبیین ہونا، در اصل محمد صلعم کا خاتم النبیین ہونا ہے، پس یہ نقطۂ نظر پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کو مسترد نہیں کرتا، اپنی ختم نبوت کو پیغمبر اسلام کی ختم نبوت کے مماثل قرار دے کر بانیٔ احمدیت نے ختم نبوت کے روحانی مفہوم کو نظر انداز کر دیا ہے۔

بہر حال یہ ایک بدیہی بات ہے کہ بروز کا لفظ مکمل مشابہت کے مفہوم میں بھی اس کی مدد نہیں کرتا کیونکہ بروز ہمیشہ اس شے سے الگ ہوتا ہے جس کا یہ بروز ہوتا ہے، صرف اوتار کے معنوں ہی میں بروز اور اس کی شے میں عینیت پائی جاتی ہے، پس اگر ہم بروز سے "روحانی صفات کی مشابہت" مراد لیں تو یہ دلیل بے اثر رہتی ہے، اگر اس کے برعکس اس لفظ کے اریائی مفہوم میں اصل شے کا اوتار مراد لیں تو یہ دلیل بظاہر قابل قبول ہوتی ہے، لیکن اس خیال کا موجد مجوسی بھیس میں نظر آتا ہے۔"

حرف اقبال مولفہ لطیف احمد شیروانی صفحات (۱۳ تا ۱۴)

"مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے دعویدار ہیں"

انھوں نے شریعت محمدیؐ میں تحریف کی

مدعا علیہ غیر مسلم اور مرتد ہے۔ مسلمان لڑکی سے اس کا نکاح جائز نہیں۔ متذکرہ بالا بحث سے یہ بات واضح ہے۔ کہ اسلام میں اُمتی نبی یا ظلی اور بروزی نبی کا کوئی تصور نہیں ہے جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ہے۔ کہ مرزا غلام احمد نے اپنے پیروؤں کو ہدایت کی ہے۔ کہ وہ اپنی بیٹیاں غیر احمدیوں کے نکاح میں نہ دیں۔ اور نہ ان کی نماز جنازہ پڑھیں۔

اس طرح مرزا غلام احمد نے شریعت محمدیؐ سے انحراف کر کے اپنے ماننے والوں کے لئے ایک نئی شریعت وضع کی ہے۔ مسیح موعود کے بارے میں بھی ان کا تصور اسلامی نہیں ہے۔ مسیحؑ کے صحیح اسلامی تصور کے مطابق وہ آسمان سے نازل ہوں گے، حدیث رسولؐ کے مطابق مسیحؑ جب دوبارہ ظہور فرمائیں گے تو وہ دوسرا جنم نہیں لیں گے۔ اس طرح اس بارے میں مرزا غلام احمد کا دعویٰ بھی باطل قرار پاتا ہے۔

جہاد کے بارے میں بھی ان کا نظریہ مسلمانوں کے عقیدے سے بالکل مختلف ہے۔ مرزا غلام احمد کے مطابق اب جہاد کا حکم منسوخ ہو چکا ہے۔ اور یہ کہ مہدی اور مسیح کی حیثیت سے تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہے کہ جہاد کی نفی ہو گئی۔

ان کا یہ نظریہ قرآن پاکؐ کی ۳۲ ویں سورۃ آیت ۳۹ - ۴۰

اور دوسری سورۃ آیت ۱۹۲ - ۱۹۴ - ۶۰ ویں سورۃ - آیت ۴ - چوتھی سورۃ - آیت ۴۷ - ۷۵، نویں سورۃ آیت ۱۵ اور ۲۵ سورۃ آیت ۵۳ کے بالکل برعکس اور منافی ہے -

مندرجہ بالا امور کے پیش نظر ہیں یہ قرار دینے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتا کہ مدعا علیہ اور ان کے ممدوح مرزا غلام احمد نبوت کے جھوٹے مدعی ہیں -

اللہ تعالےٰ کی طرف سے الہامات وصول کرنے کے متعلق ان کے دعوے بھی باطل اور مسلمانوں کے اس متفقہ عقیدے کے منافی ہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے نزول وحی کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے -

مسلمانوں میں اس بارے میں بھی اجماع ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آخری نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا - اور اگر کوئی اس کے برعکس یقین رکھتا ہے - تو وہ صریحاً کافر اور "مونڈ" ہے -

مرزا غلام احمد نے قرآن پاک کی آیات مقدسہ کو بھی توڑ مروڑ کر اور غلط رنگ میں پیش کیا ہے - اور اس طرح انھوں نے ناواقف اور جاہل لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے - انھوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے، اور شریعت محمدی میں تحریف کی ہے - اس لئے مدعا علیہ کو جس نے خود اپنی نبوت کا اعلان کیا ہے - نیز مرزا غلام احمد اور ان

کی نبوت پر اپنے ایمان کا اعلان کیا ہے۔ بلا کسی تردد کے غیر مسلم اور مرتد قرار دیا جا سکتا ہے۔

فریقین کے عقائد کے بارے میں گفتگو کے بعد میں شادی کے تصور کے بارے میں بھی کچھ کہنا چاہوں گا۔ جو زیر بحث مسئلے میں دوسرا اہم نکتہ ہے۔ اس کے بعد میں مدعا علیہ کے عقائد کے بارے میں اپنے نتائج کی روشنی میں شادی کے جواز سے بحث کروں گا۔

اسلام کوئی مسلک نہیں۔ بلکہ حال میں زندگی بسر کرنے کا نام ہے۔ اور اسلام میں نکاح ایک اخلاقی رشتہ ہے۔

امیر علی نے شادی کی جو تعریف کی ہے۔ اس کے مطابق یہ ایک ایسا ادارہ ہے جو معاشرے کے تحفظ کے لئے وضع کیا گیا ہے۔ اور اس کا مقصد یہ ہے کہ بنی نوع انسان گمراہی اور بے عصمتی سے محفوظ رہے۔

شادی زندگی بھر کا ایک عہد ہوتا ہے۔ جس کی سب سے اہم خصوصیت جنسی اختلاط کی قانونی یا جائز اجازت نہیں بلکہ اشتراک کار ہے۔ جس میں دو انسان دکھ سکھ، خوشی اور غم میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں، اور ایک دوسرے کو تسکین اور حوصلہ فراہم کرتے ہیں۔ یہ اتحاد تغیر حالات کے ذریعہ فریقین کے لیے باعث رحمت ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جنسی اختلاط کا تصور بھی اس اشتراک یا اتحاد میں دخیل ہے جو فریقین کے جسمانی قرب کی اہمیت واضح کرتا ہے۔

لیکن اس سلسلے میں باہمی موانست، یگانگت اور رفاقت بھی کچھ کم اہم نہیں ہوتے۔

شیکسپیئر نے ہملٹ میں کہا ہے کہ میاں، بیوی ایک جان دو قالب ہوتے ہیں۔

اسی طرح ارسطو نے ایک جگہ کہا ہے کہ بیوی کو زدوکوب کرنا اس بات کی نفی ہے کہ وہ تمہاری بیوی ہے۔ اِن تمام باتوں کا ایک ہی مطلب ہے، اور وہ یہ کہ میاں بیوی کا رشتہ ایک مقدّس اشتراک کا ہے۔

قرآن پاک میں شادی کا ذکر مودّت اور رحمت اور سکون کی اصطلاحات کے ساتھ کیا گیا ہے۔

بائبل میں ایک جگہ آیا ہے۔ کہ وہ میری ہی ہڈی کا ایک حصّہ اور میرے ہی گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔" غرضکہ ہر جگہ یگانگت پر زور دیا گیا ہے۔ جولیس سیزر میں لارڈ بروٹس کے ساتھ پورشیا کا مکالمہ ایک بیوی اور داشتہ کے فرق کو بڑی خوبصورتی سے واضح کرتا ہے اور پھر انگلستان کے ایک ولی عہد کا یہ جملہ بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ کہ جب اس سے ایک رومن کیتھولک شہزادی سے شادی کے لئے کہا گیا تو اس نے کہا کہ "دو مذہب ایک بستر میں اکٹھے نہیں ہو سکتے۔"

اپنے تخم کے لئے (کردار کے اعتبار سے) موزوں عورت کا انتخاب

ترجمہ :- "اور نکاح مت کرو کافر عورتوں کے ساتھ جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں اور مسلمان عورت چاہے لونڈی کیوں نہ ہو۔ وہ (بدرجہا) بہتر ہے کافر عورت سے، گو وہ تم کو اچھی ہی لگے۔ اور عورتوں کو کافر مردوں کے نکاح میں مت دو، جب تک کہ وہ مسلمان نہ ہو جائیں۔ اور مسلمان مرد غلام بہتر ہے۔ کافر مرد سے گو وہ تم کو اچھا ہی لگے۔"

(سورۃ بقرہ: آیت ۲۲۱)

مندرجہ بالا بحث سے یہ بات ظاہر ہو گئی ہے، کہ زیر نظر مقدمے میں فریقین کے درمیان شادی اسلام میں قطعی پسندیدہ نہیں اور قرآن پاک اور حدیث کی تعلیمات کے یکسر منافی ہے۔ کیونکہ فریقین نہ صرف مختلف نظریات کے حامل ہیں۔ بلکہ ان کے عقائد بھی ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں، اور یہ بات اس رشتے کے لئے سم قاتل کا درجہ رکھتی ہے، جیسا کہ میں پہلے واضح کر چکا ہوں

اسلام میں کسی مسلمان کے لیے جنس مخالف کے ساتھ شادی کے سلسلے میں متعدد پابندیاں عائد کی گئی ہیں۔ اور کسی بھی صورت میں کوئی مسلمان عورت کسی غیر مسلم سے جائز شادی نہیں کر سکتی۔ جن میں عیسائی، یہودی یا بت پرست شامل ہیں اور ایک مسلمان عورت اور غیر مسلم مرد کا نکاح اسلام کی نظر میں غیر مؤثر ہے۔

اندریں حالات میں یہ قرار دیتا ہوں کہ اس مقدمے کے فریقین کے درمیان شادی اسلامی شادی نہیں۔ بلکہ یہ سترہ سال کی ایک مسلمان لڑکی

کرو اور اپنے برابر والوں سے شادی کرو، اور (اپنی بیٹیاں) ان کے نکاح میں دو۔

(ابن ماجہ ۹ : ۴۶)

اِس کا مطلب یہ ہے کہ شادی میں اکفا بہت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ نظریات کا اختلاف یا عقائد کی وسیع خلیج یا فریقین کے قول و فعل کی عدم یکسانیت ان کے مستقبل کو تاریک کر سکتی ہے۔

میاں بیوی کے درمیان موانست کا رشتہ ٹوٹ جانے کے بعد ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا شادی کے بنیادی تصور کی نفی ہے، اور یہ بندھن کیف و مسرت کا پیغامبر بننے کی بجائے جہنم کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اور جب فریقین ایک دوسرے سے مسلسل جھگڑتے رہیں اور ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگیں تو پھر سب کچھ جھوٹ اور فریب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔

یہ صورت حال نہ صرف یہ کہ انفرادی طور پر ناقابل برداشت ہے۔ بلکہ سماجی اعتبار سے بھی تباہ کن ہے۔ جنس کے اسرار اسی وقت پوری طرح تسکین پاتے ہیں۔ جب جسمانی رشتے کے ساتھ فریقین میں روحانی ہم آہنگی بھی موجود ہو۔

اگر مذہب کا فریقین کی زندگیوں پر واقعی کوئی اثر ہوتا ہے تو پھر اس بارے میں کوئی اختلاف ان کی زندگی پر پیدائش۔ نسل، زبان یا دنیاوی مرتبے غرضکہ کسی اور چیز سے زیادہ اثر انداز ہوگا سورہ البقرہ میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :۔

بشکریہ برادرم ڈاکٹر مظہر حسین بھدرو صاحب۔ پیشکش :۔ محمد احمد ترازی